مصر کی بیٹی

زینب غزالی

مرجان عثمانی

ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

مصر اپنی قدیم تہذیب وثقافت اور زبان و مذہب کے اعتبار سے تاریخی اہمیت کا حامل ملک ہے۔ ۳۲۰۰ قبل مسیح تک یہاں فراعنہ کی حکومت رہی، سات سو سال تک اس پر رومیوں کا تسلط قائم رہا۔ براعظم افریقہ کا یہ وہی ملک ہے جہاں فرعون کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے۔ اسی کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا ''عن قریب وہ فتح ہوگا تو تم اس کے باشندوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنا''۔ یہیں کے قبطی حاکم 'مقوقس' کو حضورؐ نے اسلام کی دعوت کے لیے خاص مکتوب ارسال فرمایا۔ خلیفۂ دوم کے زمانہ میں صحابیِ رسول حضرت عمرو بن العاصؓ کے ہاتھوں وہ فتح ہوا اور مقوقس کی بیٹی ارمانوسہ اسلامی لشکر کی گرفت میں آ گئی، مگر حضرت عمرو بن العاصؓ کو جیسے ہی اس کا علم ہوا آپ نے فوراً اسے اکرام و اعزاز کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ یہیں کے دریائے نیل کے نام خلیفۂ ثانی حضرت عمر بن الخطابؓ نے رقعہ بھیجا۔ اسی ملک سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ماریہ قبطیہ بھیجی گئیں، حضرت ہاجرہ قبطیہ کا تعلق بھی اسی سرزمین سے تھا جو سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی ماں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ تھیں۔ یہی وہ ملک ہے جہاں سے بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات پانے کے لیے کوچ کرنے کا حکم ملا۔ اسی ملک کے فرعون کو اللہ نے سمندر میں غرق کر دیا۔ لیکن عبرت کے لیے اس کی نعش کو باقی رہنے دیا۔ یہ وہی ملک ہے جہاں فاطمیوں نے حکومت کی اور پھر صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس فتح کرنے

سے پہلے ان کو شکست دی۔ یہ وہی ملک ہے جہاں مسلسل صحابہ پہنچے اور اس کو اسلامی رنگ میں ڈھالا۔ یہ وہی مصر ہے جہاں حسن البنا نے اخوان المسلمون کی بنیاد رکھی، جہاں ہزاروں مفکرین، ادباء، شعراء، مصلحین، مصنفین، قائدین، علماء اور مشائخ پیدا ہوئے۔ یہیں اسلامی دنیا کی ہزار سالہ قدیم یونیورسٹی جامع ازہر بھی ہے۔ محترمہ زینب غزالی کا تعلق بھی اسی سرزمین سے تھا جن کا مختصر تذکرہ آئندہ صفحات میں کیا جارہا ہے۔

میں نے یہ تحریر اس لیے مرتب کی ہے تاکہ تحریکی بہنوں کے ساتھ امت کی بیٹیاں بھی محترمہ زینب غزالی کی زندگی، دعوتی خدمات اور قربانیوں سے ولولہ وحوصلہ پاسکیں۔ ان کی شخصیت کے کئی پہلو ہیں: وہ ایک جانب ایک عبادت گزار، پرہیزگار، پابندِ شریعت خاتون ہیں تو دوسری طرف اسلام کی داعیہ ومبلغہ بھی ہیں۔ وہ ایک جانب بہترین شعلہ بیان خطیبہ ومقررہ ہیں تو دوسری جانب نمایاں سماجی خدمت گار اور یتیم بچیوں، بے سہارا خواتین کی ہمدرد وغم گسار بھی ہیں۔ وہ خواتین کو مساجد سے جوڑنے اور مربوط کرنے والی رہبر ہیں تو دین کی نشرواشاعت کے لیے انھیں آگے بڑھ کر کام کے لیے ابھارنے والی بھی۔ وہ اگر میدان جہاد میں کھڑی نظر آتی ہیں تو علماء دین سے فیض علم حاصل کرتے ہوئے بھی۔ وہ خواتین کی اصلاح وتربیت کے لیے بے قرار وبے چین رہنے والی ہیں تو ان کے گھروں کو ہمہ گیر دین کی روشنی سے منور کرنے والی بھی۔

اسلام کی دعوت، نشرواشاعت، تربیت وتزکیہ اور غلبۂ اسلام کے لیے انہوں نے پوری توانائی صرف کی، یہاں تک کہ اپنے رب سے جاملیں۔ اللہ ان کے درجات کو بلند کرے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم ان کی خدمات، تجربات اور افکار سے مستفید ہوسکیں۔ آمین

۲۳ر مارچ ۲۰۱۶

مرجان عثمانی

پیدائش

زینب غزالی جبیلی کی پیدائش ۲ رجنوری ۱۹۱۷ءکوقاہرہ کے شمال میں دقہلیہ علاقہ کے ایک گاؤں میں ہوئی۔ان کے والد کا سلسلۂ نسب حضرت عمر بن خطابؓ سے اوران کی والدہ کا نسب حضرت حسن بن علیؓ سے ملتا ہے۔ان کے دادا روئی کے تاجر اور والد جامعہ ازہر کے علماء میں سے تھے۔جب وہ ایک سال کی تھیں تو ان کے والد نے خواب میں دیکھا کہ وہ ان کو گود میں اٹھاتے ہوئے مٹی، کیچڑ اور پانی والے راستہ سے گزر رہے ہیں کہ اچانک وہ ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئیں۔ والد گھبرا گئے اور قبل اس کے کہ وہ زینب کو کیچڑ، پانی اور آلودہ مٹی سے اٹھاتے،سفید صاف شفاف کپڑے میں لپٹی ہوئی زینب کو اچانک دو ہاتھوں نے اٹھالیا اور اٹھانے والے نے کہا ''مت ڈرو، میں زینب کا جد امجد عمر بن خطاب ہوں''۔اس خواب سے باپ کے اپنی ننھی بیٹی کے ساتھ تعلق میں مزید اضافہ ہوگیا۔

تربیت

زینب غزالی کے والد کی دینی تربیت نے ان پر گہرا اثر ڈالا۔ایک عالم باعمل فرد کی حیثیت سے وہ بیٹی کی اسلامی تربیت پر پوری توجہ دیتے تھے، چنانچہ برکت کی غرض سے وہ اپنی بیٹی زینب کو ایک جلیل القدر صحابیہ حضرت نسیبہ بنت کعب مازنی انصاریؓ کے نام پر 'نسیبہ' کے نام سے پکارا کرتے تھے۔حضرت نسیبہؓ وہی صحابیہ ہیں جنھوں نے غزوۂ

احد میں تلوار کے بارہ (۱۲) زخم کھائے، لیکن مشکل ترین گھڑی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدمی سے جمی رہیں۔ زینب کے والد اپنی بیٹی کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے اور اسلامی مزاج وذہن بنانے کی طرف پورے طور پر متوجہ رہے۔ بچپن میں وہ ان کو لکڑی کی تلوار بنا کر دیتے اور زمین پر ایک لکیر کھینچ دیتے، پھر بیٹی سے کہتے کہ اس پر کھڑی ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں پر وار کرو۔ وہ اسی نشان پر کھڑی ہو کر دائیں بائیں، آگے پیچھے لکڑی کی تلوار گھمایا کرتیں۔ والد ان سے پوچھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کتنے دشمن مارے گئے؟ وہ جواب دیتیں: ایک، تو ان کے ابّا اُن سے کہتے: اور مارو۔ وہ ہوا میں تلوار گھماتی جاتیں اور بولتی جاتیں: دو، تین، چار۔ اس طرح نفسیاتی طور پر والد نے ان کی ذہنی تربیت کی۔ بچپن میں زینب کے والد فجر کی نماز کے لیے جب مسجد جاتے تو ان کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ اس سے ان کے دل میں مسجد کی عظمت ومحبت پیدا ہوئی۔ ان کے والد کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ یہ بچی دیگر بچیوں کی مانند نہیں ہے، بلکہ اس کا اصل کام امت کو بیدار کرنا ہے۔

تعلیم

دس (۱۰) سال کی عمر میں جب زینب کے والد کا انتقال ہو گیا تو وہ اپنی ماں اور بھائیوں کے ساتھ قاہرہ منتقل ہو گئیں۔ ان کے بڑے بھائی محمد علی ان کی تعلیم کے حق میں نہیں تھے، حالاں کہ وہ تعلیم حاصل کرنے کا بہت زیادہ شوق رکھتی تھیں۔ وہ اپنی ماں سے کہا کرتے کہ زینب کو والد نے جرأت وحق گوئی کی تعلیم دی ہے۔ کیا آپ اس کی آواز اور عقل سے اندازہ نہیں کرتیں؟ اس نے گاؤں میں جتنا پڑھ لیا ہے بس اتنا اس کے لیے کافی ہے۔ ان کی ماں کا بھی یہی خیال تھا کہ زینب کو اپنے بڑے بھائی کی بات ماننی چاہیے، کیوں کہ وہ اس کے باپ کے قائم مقام ہے۔ لیکن ان کے دوسرے بھائی ان کی تعلیم کے حق میں تھے۔ وہ ان کے لیے کتابیں خرید خرید کر لایا کرتے تھے۔

تعلیم اور تعلیم گاہ کی تلاش میں ایک دن زینب اپنے گھر سے تنہا نکل کھڑی ہوئیں اور شبرا محلہ میں پہنچ گئیں، وہ مختلف سڑکوں پر چلتی رہیں۔ اچانک ان کی نظر لڑکیوں کے ایک اسکول کے بورڈ پر پڑی۔ فوراً ہی انھوں نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس کا دروازہ کھٹکھٹا دیا۔ جب گیٹ کیپر نے آنے کا مقصد پوچھا تو انھوں نے جواب دیا: میں اسکول کے ڈائریکٹر سے ملنا چاہتی ہوں۔ میرا نام زینب ہے۔ میں نسیبہ کے نام سے مشہور ہوں۔ ان کی گرج دار آواز سن کر گیٹ کیپر حیرت میں پڑ گیا۔ اس نے فوراً ان کو ڈائریکٹر تک پہنچا دیا۔ وہ جب ڈائریکٹر کے دفتر میں داخل ہوئیں تو رعب دار آواز میں بولیں: السلام علیکم۔ میں زینب غزالی ہوں، میرا لقب نسیبہ ہے۔ اسکول کے ڈائریکٹر نے تعجب کے ساتھ ان کی طرف دیکھا اور پوچھا: آپ کیا چاہتی ہیں؟ انھوں نے اپنا پورا حال اس کے سامنے رکھا اور مزید تعلیم حاصل کرنے کا جذبہ، بڑے بھائی کی مخالفت، والد و خاندان کے حالات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ ان کے طرز بیان سے اسکول کا ڈائریکٹر بہت متاثر ہوا اور ان کی ذہانت و فطانت کا قائل ہو گیا۔ اس نے ان سے کہا کہ وہ اپنے اس بھائی کو بلا کر لائیں جو ان کی تعلیم کے حق میں ہے، تاکہ اسکول میں داخلہ کی کارروائی ہو سکے۔ پھر اس نے ان کا باقاعدہ داخلہ ٹسٹ لیا، جس میں وہ پورے اعتماد کے ساتھ کام یاب ہوئیں۔ ان کا داخلہ پہلے درجہ میں ہوا، لیکن دو ماہ بعد ہی انھیں دوسرے درجہ میں ترقی دے دی گئی۔

گورنمنٹ اسکول سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد انھوں نے ازہر کے بڑے علماء و مشائخ سے جن میں شیخ عبد المجید اللبان، شیخ محمد سلیمان نجار اور شیخ علی محفوظ قابل ذکر ہیں، سے دینی علوم (خاص طور پر تفسیر و فقہ) حاصل کیا۔ اس طرح انھوں نے دینی و دنیوی دونوں علوم حاصل کیے اور دونوں قسم کے تعلیمی اداروں سے کسبِ فیض کیا۔

بچپن میں انھوں نے مصر کی مشہور ادیبہ عائشہ تیموریہ کی تحریروں سے استفادہ کیا۔ اور ہدیٰ شعراوی کی قیادت میں سرگرم خواتین کی ایک انجمن (الاتحاد النسائی) سے قریب ہوئیں۔ ہدیٰ شعراوی وہی مصری خاتون ہیں جنھوں نے حجاب کے بغیر ۱۹۱۹ء میں انگریزوں کے خلاف مصر میں انقلابی مظاہروں کی قیادت کی تھی۔ وہ مصر کی پہلی ایسی خاتون

تھیں جس نے سیاسی سطح پر عوامی انقلابی تحریک چلانے کے لیے پردہ کو چھوڑ دیا تھا اور انجمن کے بینر کے تحت خواتین کی بڑی بڑی کانفرنسیں منعقد کرتی تھیں۔ ہدیٰ شعراوی سے روابط کے بعد زینب اس انجمن کی ایک اہم ممبر بن گئیں۔ اسی دور میں خواتین کے حقوق سے متعلق ازہر کے علماء سے ان کے بحث ومباحثے بھی ہوئے، کیوں کہ انجمن کی سرگرمیوں میں آزادیِ نسواں کا رجحان نمایاں تھا، لیکن زینب خواتین کی آزادی کے بارے میں جب بھی گفتگو کرتیں تو ان کا نقطۂ نظر یہی ہوتا کہ یہ آزادی اسلامی دائرے اور دینی حدود میں ہونی چاہیے۔ زینب غزالی کے اسی تصور کی وجہ سے علماء ازہر نے یہ محسوس کیا کہ اس شعلہ بیان، جرأت مند خطیبہ سے گفتگو کی جانی چاہیے اور اسے مطمئن کرنا چاہیے، چنانچہ ازہر کے علماء نے ان تمام زیر بحث موضوعات پر ان کو تفصیلی معلومات دیں اور ان سے گفتگو کی، یہاں تک کہ ان پر حقیقت واضح ہوگئی۔ جب انجمن (الاتحاد النسائی) کے موقف کی ترجمانی کی بنا پر مساجد میں زینب غزالی کے وعظ کہنے پر بعض علمائے ازہر نے پابندی لگانے کا مطالبہ کیا تو شیخ سلیمان نجار نے (جو ازہر کے ایک ممتاز عالم اور خواتین میں وعظ وارشاد کے نگراں بھی تھے) اس مطالبہ کو مسترد کر دیا اور خود زینب غزالی سے ملاقات کر کے اپنی سنجیدہ ومدلل گفتگو کے ذریعہ انھیں مطمئن کیا، چنانچہ ایک عرصہ بعد، جب وہ اسلامی موقف اور دلائل سے واقف ہوکر مطمئن ہوگئیں، تو خواتین کی انجمن سے علیٰحدگی اختیار کرلی۔ ہدیٰ شعراوی کی انجمنِ نسواں سے زینب غزالی کی علیٰحدگی کی ایک وجہ اس تنظیم کا سیکولر اور لبرل رخ تھا اور دوسری وجہ تنظیم میں بے پردہ خواتین کی کثرت تھی۔ حالاں کہ ہدیٰ شعراوی بذات خود ایک دین دار اور لائق خاتون تھیں۔ انھوں نے زینب غزالی سے بڑی امیدیں اور توقعات وابستہ کر رکھی تھیں۔

زینب غزالی نے جب ثانوی تعلیم مکمل کرلی تو ایک دن ان کو اخبار کے ذریعہ پتہ چلا کہ خواتین کی انجمن تین طالبات پر مشتمل ایک وفد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے فرانس بھیجنا چاہتی ہے۔ چنانچہ وہ خواتین کے انجمن کے دفتر پہنچیں اور ہدیٰ شعراوی سے ملاقات کی جنھوں نے فوراً ہی ان کو تنظیم کا ممبر بنالیا۔ یہ تنظیم اس وقت مصری سماج سے خواتین کے

حقوق کا مطالبہ بہت قوت وطاقت کے ساتھ کررہی تھی۔ چوں کہ زینب غزالی کو ان کے والد کی جانب سے خطابت کا خاص ملکہ، آواز وانداز ملا تھا اس لیے وہ خواتین کی انجمن میں جلد ہی نمایاں ہوگئیں، یہاں تک کہ ہدیٰ شعراوی ان کو اپنا جانشین سمجھنے لگیں۔ بہر حال زینب غزالی نے اخبار میں اپنا نام فرانس جانے والی مصری طالبات کے تین رکنی وفد کی فہرست میں دیکھا۔ اعلان کے ایک ماہ بعد وفد کے سفر کی تاریخ بھی طے ہوگئی، مگر روانگی سے چند دن قبل ایک رات انہوں نے خواب میں اپنے مرحوم والد کو دیکھا جو کہہ رہے ہیں: ’’زینب! تمہاری جگہ وہ نہیں ہے جہاں تم جانا چاہتی ہو۔ تمہارا میدان کچھ اور ہے، لہٰذا تم اپنے اس سفر کے ارادہ کو ختم کردو‘‘۔ خواب میں یہ بات ان کے والد نے بہت صراحت کے ساتھ کہی۔ صبح ہوتے ہی وہ ہدیٰ شعراوی کے پاس پہنچ گئیں اور ان سے کہا کہ میں اب فرانس نہیں جاسکتی۔ انھوں نے اپنا خواب بھی سنایا۔ ہدی شعراوی نے ان کی باتیں سن کر اپنا سر پیٹ لیا اور کہا: ارے بہن! خواب تو سچا بھی ہوتا ہے اور جھوٹا بھی، تم ایسا فیصلہ نہ کرو۔ یہ کہتے ہوئے ہدیٰ شعراوی ان کو لپٹا کر رونے لگیں، مگر زینب غزالی نے فیصلہ کن انداز میں کہہ دیا کہ میں اپنے والد کے حکم کے خلاف نہیں جاسکتی۔

ایک حادثہ

روز وشب گزرتے رہے۔ ایک دن اپنے گھر کے کچن میں انھوں نے جیسے ہی چولہا جلایا، اچانک گیس کا سیلنڈر پھٹ گیا۔ آگ کے بھڑکتے شعلوں نے ان کے کپڑے، چہرے اور جسم سب کو اپنے لپیٹ میں لے لیا۔ اس آتش زدگی نے ان کے بدن کو بہت زخمی کیا۔ یہاں تک کہ ان کی زندگی خطرے میں پڑگئی اور وہ موت کے قریب جا پہنچیں۔ ڈاکٹر روزانہ ان کے گھر آتے، ان کے زخموں پر مرہم لگاتے اور پٹیاں باندھتے۔ بالآخر ایک موقع پر ڈاکٹر بھی مایوس ہوگئے اور انہوں نے ان کے اعزہ کو مطلع کیا کہ ان کی حالت اب نہیں سنبھل سکتی، آخری وقت قریب ہے۔ اب ان کے لیے صرف دعا کیجیے۔ ڈاکٹر کی یہ بات گرچہ کسی نے زینب سے نہیں بتائی، مگر انہوں نے خود ہی سن لی۔

انھوں نے تیمم کر کے زیادہ سے زیادہ اللہ کا ذکر اور استغفار شروع کر دیا۔ وہ اپنے پورے وجود کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوئیں۔ اسی حال میں انہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر انہیں شفا مل گئی تو وہ خواتین کی اس انجمن کو چھوڑ کر مسلم خواتین کے لیے ایک الگ دینی تنظیم قائم کریں گی، جو اسلامی دعوت اور اسلام کی سربلندی کے لیے سرگرمِ عمل ہوگی۔ اللہ کی شان کہ ان کی مرہم پٹی کرنے والا ماہر عیسائی ڈاکٹر، جو مستشفیٰ قبطی (قبطی ہوسپٹل) سے آیا کرتا تھا اور ان کے خاندان کا گھریلو ڈاکٹر تھا، اک دن اچانک چیخ اٹھا: عیسیٰ مسیح زندہ ہیں، ارے یہ کیا ہوا؟ ڈاکٹر سخت حیرت میں پڑ گیا، کیوں کہ تمام زخم بھر چکے تھے اور ان کو مکمل شفا ہو چکی تھی۔ بس یہیں سے ان کی زندگی میں ایک بڑی تبدیلی آئی۔

خواتین کی نئی اسلامی تنظیم

۱۹۳۷ء میں انہوں نے مسلم خواتین کی ایک نئی تنظیم کی بنیاد رکھی اور بہت کم وقت میں نہ صرف مصر کی نمایاں خواتین کو اس سے جوڑنے میں کام یاب ہوگئیں، بلکہ تنظیم کے قیام کے ایک سال کے دوران ہی ان کا رابطہ اخوان المسلمون سے ہوگیا۔ اخوان کے بانی اور رہ نما امام حسن البنا نے ان کے سامنے تجویز پیش کی کہ وہ اپنی تنظیم کو اخوان میں ضم کر دیں اور اخوان کی بہنوں اور خواتین کے شعبہ کی صدارت قبول کریں۔ ابتدا میں تو انہوں نے انکار کیا، لیکن ۱۹۴۸ء کے بعد خود ہی اس کو اخوان کے ساتھ ضم کر دیا اور خود بھی اخوان کی ممبر ہوگئیں۔ شیخ حسن البنا نے ان کو اخوان اور وفد پارٹی کے لیڈر مصطفیٰ نحاس (جو اس وقت مصر کے وزیر اعظم تھے) کے درمیان رابطہ بنانے کی ذمہ داری بھی دی۔ انہوں نے گرفتار اخوان کے ہزاروں خاندانوں تک امداد پہنچانے میں اہم ترین رول ادا کیا۔ زینب غزالی مصری ڈکٹیٹر حکم راں جمال عبدالناصر پر برملا تنقید کرتی رہتی تھیں اور اس کی حمایت و تائید کرنے سے انھوں نے انکار کر دیا تھا۔ اسی لیے مصری حکومت نے ایک قرارداد کے ذریعہ ان کی تنظیم کو تحلیل کر دیا، اس کے ترجمان رسالہ کو ضبط کر لیا اور ان کو گرفتار کر لیا۔ ۱۹۶۵ء سے لے کر ۱۹۷۱ء تک وہ جیل میں رہیں۔ یہاں تک کہ انور سادات کے زمانے میں مملکتِ سعودیہ

کے حکم راں شاہ فیصل علیہ الرحمۃ نے ان کی رہائی میں ذاتی دل چسپی لی، تب اگست ۱۹۷۱ء میں وہ جیل سے رہا ہوئیں۔

تصنیفات

زینب غزالی کو تصنیف و تالیف سے بھی شغف تھا۔ ان کی تصنیفات یہ ہیں: (۱) ایام من حیاتی (۲) نحو بعث جدید (۳) نظرات فی کتاب اللہ (۴) اسماء اللہ الحسنیٰ (۵) غریزۃ المرأۃ (۶) الی ابنتی (۷) مشکلات الشباب والفتیات (۸) تاملات فی الدین والحیاۃ (۹) الاربعین النوویہ۔

قرآن سے عشق

انہوں نے قرآن کریم کی جو تفسیر لکھی ہے اس کے بارے میں خود بیان کرتی ہیں کہ ''مجھے قرآن سے بے انتہا محبت ہے۔ میں اس کی عاشق ہوں اور عاشق اپنے محبوب سے باتیں کرتا اور سرگوشی کرتا ہے، اس کی ہم نشینی اختیار کرتا، اس کو گلے لگاتا اور آنکھوں میں بساتا ہے، اسی لیے میں نے قرآن کو اپنے سینے سے لگایا ہے۔ میں اس سے باتیں کرتی ہوں اور صرف اسی کے لیے باتیں کرتی ہوں۔ میں ساٹھ (۶۰) سال سے زیادہ مدت تک قرآن کے ساتھ مساجد میں باتیں کرتی رہی ہوں، تنہائی میں بھی اور ہزاروں کے مجمع میں بھی، یعنی ۱۹۲۷ء سے لے کر زندگی کے آخری لمحے تک''۔

انہوں نے بچپن ہی میں قرآن کریم مکمل حفظ کرلیا تھا اور از ہر کے بڑے علماء کے حلقۂ درس میں باضابطہ شریک ہوکر دینی و شرعی علوم کو حاصل کیا تھا۔ وہ قرآن سے بہت گہرا تعلق رکھتی تھیں، اسی لیے انہوں نے قرآن کو دعوتی سرگرمیوں میں رہ نمائی کا بنیادی ذریعہ بنایا۔ وہ قرآن مجید سے براہ راست رہ نمائی حاصل کرتی تھیں۔ ایک جگہ رقم طراز ہیں: ''میں نے قرآن سے اس لیے محبت کی، تاکہ میں زندہ رہوں۔ چنانچہ جب مجھے دوبارہ زندگی ملی تو میں نے یہ پسند کیا کہ جس سے مجھے محبت ہے، اسی سے میں بات کروں۔ میں

نے مفسرین کی طرح قرآن سے باتیں کیں۔ میں اپنے آپ کو مفسر نہیں کہتی، ہاں یہ ضرور کہہ سکتی ہوں کہ میں قرآن کی گرویدہ ہوں۔ اس سے محبت کرنے والی اور اس کی عاشق''۔ فی الحقیقت ان کی پوری زندگی ان کے شب و روز، ان کی تمام تر گفتگو اور ان کی ساری جد وجہد قرآن ہی کے لیے اور اس کی ہدایت کے مطابق تھی۔

تفسیر لکھنے کا پس منظر

تفسیر لکھنے کا خیال پہلی بار زینب کو جیل میں اس وقت آیا، جب جیل کے افسران نے ان سے قرآن کریم چھین لیا، تا کہ اسے وہ نہ پڑھ سکیں۔ بہر حال انہوں نے قرآن کی تفسیر مرتب کر کے مصر کے معروف اشاعتی ادارہ 'دار الشروق' کے حوالہ کر دی۔ اس کے مالک شیخ محمد المعلم، سید قطب اور محمد قطب کی کتابوں کے علاوہ دیگر اسلامی کتابوں کی اشاعت وطباعت کے سلسلے میں مشہور تھے اور اخوان سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے ہی زینب غزالی کی کتاب 'ایام من حیاتی' بھی شائع کی تھی۔ جب زینب نے تفسیر مرتب کر کے شیخ محمد المعلم کے حوالہ کی تو انہوں نے جامعہ ازہر کے استاذِ تفسیر شیخ عبدالحی فرماوی سے اس پر توثیق اور مراجعت کی درخواست کی۔ شیخ نے پورے انہماک کے ساتھ مسودہ پر نظر ڈالی اور اس پر مقدمہ بھی تحریر کیا۔

تفسیر لکھنے کے سلسلہ کا باقاعدہ آغاز اس طرح ہوا کہ ایک دن ایک اشاعتی ادارہ کی مالکہ خاتون کی جانب سے پیغام آیا کہ وہ کم عمر بچوں بچیوں کے لیے ۲۸، ۲۹، ۳۰ ویں پارے کی ایسی آسان تفسیر لکھوانا چاہتی ہیں، جو ان کی زبان اور معیار کے مطابق ہو۔ زینب غزالی نے جواب دیا کہ میں نے کبھی تفسیر لکھنے کے بارے میں سوچا بھی نہیں اور یہ میرا میدان نہیں ہے۔ مگر جب اس خاتون نے زینب غزالی سے خود رابطہ کر کے اصرار کیا تو انہوں نے پہلے استخارہ کیا، اللہ سے دعا کی، پھر اللہ کے نام سے کام شروع کیا۔ وہ ہر جملہ کو لکھنے سے پہلے بار بار سوچتیں کہ ہمارے خاندان کے بچے و بچیاں اپنی ذہنی صلاحیت، سمجھ، نفسیات کے مطابق اس جملہ کو آسانی سے سمجھ پائیں گے یا نہیں؟ اس طرح انھوں نے تین

پاروں کی تفسیر تیار کر لی۔ جب وہ مسودہ لے کر اس خاتون کی تلاش میں نکلیں تو ان کا کہیں پتہ نہ چلا۔ واپس لوٹتے ہوئے وہ دار الشروق کے بانی شیخ محمد المعلم کے پاس چلی گئیں اور ان سے دریافت کیا کہ کیا وہ اسے شائع کر سکتے ہیں؟ انہوں نے اسے لے کر دیکھا، پھر کہا: ہاں، مگر ایک شرط ہے، وہ یہ کہ آپ پورے قرآن کی تفسیر لکھیں۔ زینب غزالی نے دل میں سوچا کہ کیا کروں؟ اللہ کو کیا جواب دوں گی؟ بہر حال انہوں نے اللہ سے دعا کے بعد تفسیر لکھنی شروع کی۔ تین سال تک برابر لکھتی رہیں۔ وہ بارہ بجے رات سے لکھنے کے لیے بیٹھ جاتیں اور تہجد اور فجر کی نماز کے علاوہ کسی اور کام کے لیے نہ اٹھتیں۔ اس طرح صبح آٹھ بجے تک مسلسل وہ لکھتی رہتیں۔ جتنا حصہ وہ لکھتیں اسے لے کر وہ ازہری عالم شیخ عبد الباسط کے پاس جاتیں، جو اسے ایک گھنٹہ پڑھتے۔ اسی طرح قرآنی علوم کے دیگر اساتذہ نے بھی اس تفسیری مسودہ کو بغور پڑھا۔ وہ تفسیر لکھنے کے دوران روزانہ دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کرتیں کہ اے اللہ تفسیر مکمل ہونے تک مجھے زندہ رکھ، تا کہ میں اس عظیم خدمت کو مکمل کر سکوں۔

مہر میں قرآن

انہوں نے قرآن کی آیات کے سوا کسی اور چیز کو قبول نہیں کیا۔ یہاں تک کہ شادی کے موقع پر بھی انہوں نے قرآن ہی کو مقدم رکھا اور کہا کہ ان کو مہر میں قرآن ہی دیا جائے۔

حاکمِ وقت کو صاف جواب

مصری حکمراں جمال عبد الناصر نے ایک موقع پر ان سے ملاقات کرنی چاہی تو انہوں نے اس سے ملاقات سے انکار کر دیا اور اس کے قاصد سے صاف صاف کہہ دیا کہ ”میں اس شخص سے ہرگز نہیں مل سکتی، جس کے ہاتھ شیخ عبد القادر عودہ شہید کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔“ اسی انکار پر ان کو جیل جانا پڑا اور شدید اذیتیں بھی اٹھانی پڑیں، مگر وہ اپنے اس بنیادی مطالبہ سے پیچھے نہیں ہٹیں کہ نظامِ حکومت میں شوریٰ کو اساسی اور مرکزی اہمیت دی جائے۔

دینی وتحریکی زندگی

انہوں نے اپنی زندگی میں تقریباً چالیس (۴۰) بار حج اور سو (۱۰۰) بار عمرہ کا شرف حاصل کیا۔ اسلامی دعوت کے فروغ کے لیے بہت سے اسلامی وعربی ممالک کا دورہ کیا، جہاں انہوں نے دینی موضوعات پر محاضرات پیش کیے۔ انہوں نے دعوت کے میدان میں اپنی زندگی کے ترپن (۵۳) سال صرف کیے۔ وہ بے شمار علمی و دینی شخصیات سے ملیں، لیکن جن سے سب سے زیادہ متاثر ہوئیں، ان میں امام حسن البنّا اور حسن الہضیبی کا نام نمایاں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی دعوت اور اصلاح وتربیت کا ایسا شوق وجذبہ عطا کیا تھا کہ اس کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے۔ سترہ (۱۷) سال کی عمر میں انہوں نے وزارتِ اوقاف سے خواتین کی تنظیم 'جمعیۃ السیدات المسلمات' کا رجسٹریشن اور اکیاون (۵۱) مسجدیں تعمیر کرانے کی سرکاری طور پر اجازت حاصل کی۔ انھوں نے بہت کم مدت میں واعظات (وعظ ونصیحت اور اصلاح ودعوت کا کام کرنے والی خواتین) کی کھیپ کی کھیپ تیار کردی۔ ہر سال خواتین کے سو (۱۰۰) سے زائد بڑے اجتماعات پورے مصر میں تسلسل کے ساتھ منعقد کرتی تھیں۔ خواتین کے لیے مسجدوں میں جگہیں مخصوص کرائیں۔ ان کی قائم کردہ تنظیم (جمعیۃ السیدات) صرف رفاہی اور فلاحی کاموں تک ہی محدود نہ رہی، بلکہ وہ یتیموں کی خبر گیری کرتی، مسجدیں قائم کرتی، واعظات تیار کرتی اور خاندانی ومعاشرتی مسائل حل کرنے میں پیش پیش رہتی۔ اس تنظیم نے ذرائع ابلاغ کے مؤثر استعمال کی طرف بھی توجہ کی اور خواتین کے لیے ایک تربیتی رسالہ جاری کیا۔ زینب غزالی ہر منگل کے دن اپنے گھر میں درس کا اہتمام کرتی تھیں جس میں وہ خواتین کو نصیحت کرتیں، ان کے سوالات کے جوابات دیتیں اور فکری وعلمی اعتبار سے ان کی رہ نمائی کرتیں۔

حق گوئی وبے باکی

۱۹۸۷ء میں پاکستان میں سیرت نبویؐ پر ایک بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت

کے لیے زینب غزالی کو بھی مدعو کیا گیا۔ اسٹیج پر وہ صدر پاکستان مرحوم ضیاء الحق کے برابر ہی جلوہ افروز ہوئیں۔ جب ان کی تقریر کا مرحلہ آیا تو دوران تقریر صدر پاکستان کی طرف متوجہ ہو کر بولیں: اے ضیاء! آپ اللہ کو کیا جواب دیں گے کہ آپ نے اس کی شریعت کو اس ملک میں کیوں نافذ نہیں کیا؟ میں دعا کرتی ہوں کہ آپ اس ملک میں اللہ کی شریعت کو نافذ کریں۔ یہ سن کر تالیوں کی گونج کے درمیان صدر پاکستان آبدیدہ ہو گئے۔ جب انھوں نے انگریزی میں خطبہ پیش کیا تو کہا: میں عربی تو نہیں جانتا لیکن محترمہ زینب غزالی نے جو کچھ کہا ہے، میں نے اسے سمجھ لیا ہے۔ میں آپ سب سے دعا کا خواست گار ہوں، کہ میں نفاذِ شریعت کے سلسلے میں کوشش کر سکوں۔

اسی سفر میں جنرل ضیاء الحق نے ان سے ملاقات کے لیے الگ سے بیس (٢٠) منٹ کا وقت دیا، لیکن جب زینب غزالی نے امت مسلمہ کے حالات بیان کرنا شروع کیے تو ڈھائی گھنٹے گزر گئے اور جنرل ضیاء الحق کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہتے رہے۔

ان کے اندر نرمی اور شفقت بھی بہت تھی، اسی لیے اپنے گھر کے باہر حکومت کی طرف سے تعینات سیکورٹی کے لوگوں کو وہ کھانا بھجواتی تھیں اور ان کی خیریت وغیرہ دریافت کرتی تھیں۔ ان کا اخلاق بہت بلند تھا۔

زندگی کے مراحل

اگر غور سے جائزہ لیا جائے تو زینب غزالی کی زندگی کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

پہلا مرحلہ: عمر کے ابتدائی دس سال

اس مرحلے میں ان کی پرورش اپنے والدین کے درمیان ہوئی جب دس سال کی عمر کو پہنچیں تو والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور وہ یتیم ہو گئیں۔

دوسرا مرحلہ: جو کچھ سیکھا اور پڑھا اس کی تطبیق ونفاذ کی عملی کوشش

خواتین کی انجمن سے وابستگی، علماء ازہر سے مناقشہ، علماء کے ساتھ مختلف موضوعات پر تبادلۂ خیال، پھر ممتاز علماء کی گفتگو سے متاثر ہو کر اپنے موقف کو تبدیل کرنے کے بارے میں غور، یہ سب دوسرے مرحلہ کے اہم واقعات ہیں۔ آتش زدگی کے حادثہ کے دوران زخمی حالت میں اللہ سے ان کا وعدہ کہ اگر ان کو شفا ہوئی اور حیات نو ملی تو وہ صرف اور صرف اسلامی دعوت اور اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے کام کریں گی۔ اللہ نے ان کو شفا دی اور انہوں نے خواتین کی اسلامی تنظیم قائم کی، جو سماجی و دعوتی میدان میں مسلسل سرگرم عمل رہی۔

تیسرا مرحلہ: اخوان المسلمون سے قربت

امام حسن البنا کے ہاتھ پر ۱۹۴۸ء میں بیعت کی اور ۱۹۵۴ء کے بعد مرشد حسن الہضیبی کے ساتھ مل کر اخوان کی تنظیم نو کی۔ یہ حقیقت اس وقت زیادہ آشکار ہوئی جب ۱۹۵۶ء میں جمال الدین عبدالناصر کی حکومت نے ان کی کار کا ایکسیڈنٹ کرانا چاہا، پھر چند دنوں کے بعد ان کو گرفتار کر لیا اور حکومت کے خلاف بغاوت کا جرم عائد کر کے جیل میں ڈال دیا۔ حکومت نے ان کی پھانسی کا مطالبہ کیا، آخر کار عمر قید کا فیصلہ ہوا۔

آخری مرحلہ: دعوتی میدان میں سرگرمِ عمل

جیل کے دوران پیش آنے والے واقعات وحالات کو قلم بند کر کے کتابی صورت میں شائع کیا، گھر میں درسِ قرآن کا اہتمام کیا، خواتین کے حلقوں کو منظم کیا۔ مصر کے عربی اخبارات میں لکھنا شروع کیا۔ الجزائر کے الشرق العربی نامی اخبار میں ان کے لیے پورا ایک صفحہ مخصوص تھا، جس میں وہ تین سال تک مسلسل لکھتی رہیں۔

جہادِ افغانستان

افغانستان پر روس کے حملہ کے بعد زینب غزالی نے متعدد بار افغانیوں کے

جہادی مورچوں کا دورہ کیا اور روسی فوجوں سے نبرد آزما افغانی مجاہدین اور ان کی خواتین سے ملاقاتیں کیں اور ان کو صبر اور قربانی کی تلقین کی۔

خواتین میں کام

زینب غزالی نے قاہرہ کی مشہور مساجد مسجد احمد بن طولون، مسجد امام شافعی، جامع ازہر، مسجد سلطان حسن میں فقہ، حدیث، تفسیر، سیرت اور دعوت و تبلیغ کے موضوعات پر درس دینا شروع کیا۔ انھوں نے درس کے اس سلسلہ کو کافی وسیع کیا۔ خود خواتین کو وعظ کی تربیت دینے کے لیے ایک مستقل ادارہ قائم کیا، جس میں چھ ماہ کا کورس رکھا۔ وہاں سے بڑی تعداد میں واعظات تیار ہوئیں۔

زینب غزالی تمام طوفانوں اور آندھیوں کے مقابلہ میں ثابت قدم رہیں۔ انھوں نے اور اپنی پوری زندگی کو اسلام کے فروغ اور خواتین کی اسلامی تربیت کے لیے وقف کر دیا۔ وہ اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی مسلم طالبات کو، خواہ وہ کسی موضوع کی ہوں، اپنے یہاں بلاتیں، ان کو اجتماعات میں شرکت کی دعوت دیتیں، ان کے مسائل سنتیں، ان سے گفتگو کرتیں، ان کے سوالات کے جوابات دیتیں اور ان کو قرآن وسنت اور اسلامی زندگی سے قریب کرنے کی کوشش کرتیں۔

پرسنل سکریٹری کی گواہی

شیخ بدر محمد بدر، جو زینب غزالی کے ساتھ تیئیس (۲۳) سال تک ان کے میڈیا سکریٹری کی حیثیت سے رہے ہیں، لکھتے ہیں: ۱۹۸۲ء کے دسمبر کے سرد دنوں میں ایک دن مصر کے ممتاز صحافی جابر رزق مرحوم (مصر کے ایک بزرگ صحافی، میرے استاذ اور اخوانی) نے مجھ سے اسلامی دعوت کا کام کرنے والی بلند مرتبہ زینب غزالی سے ملاقات کرنے کو کہا اور بتایا کہ ان کو ایک میڈیا سکریٹری کی ضرورت ہے، جو ان کے صحافتی کاموں کو انجام دے سکے، جابر رزق مرحوم نے مجھے یہ ذمہ داری استاذ عمر تلمسانی کے مشورہ کے بعد سپرد

کرنے کا ذہن بنایا۔ میں ۱۹۸۰ء کے آخری زمانہ میں اخوان کے مشہور ترجمان 'الدعوۃ' میں بحیثیت صحافی خدمت انجام دے رہا تھا، جسے صدر سادات نے ۱۹۸۱ء میں بند کر دیا۔ بہر حال اس نئی ذمہ داری کے نتیجہ میں مجھے بیسویں صدی میں دعوت اسلامی کے میدان کی ایک بلند پایہ شخصیت سے قربت کا موقع ملا۔ میں جابر رزق کے ساتھ زینب غزالی کے گھر گیا، جہاں انھوں نے حسب روایت استقبال کیا، جیسا کہ وہ ہر مہمان کا کیا کرتی تھیں۔ پھر انھوں نے تمام ذمہ داریاں سمجھائیں، چنانچہ میں ہر سوموار کو ان کے دفتر جاتا اور صبح سے رات تک مسلسل کام کرتا۔ میں ان کے لیے ذرائع ابلاغ، میڈیا، صحافیوں سے ملاقات و میٹنگوں کے لیے وقت طے کرتا، اس کی تیاری کرتا، پریس میں آنے والے مراسلات پر گفتگو کرتا، پھر ان کے جوابات تیار کراتا۔ مؤقر اخبارات کے لیے زینب غزالی کے دسیوں مضامین کو اخبارات ورسائل تک پہنچاتا، ان کے ساتھ بیرون ملک اسفار میں (جہاں ان کو کانفرنسوں میں شرکت کی دعوت ہوتی) جاتا۔ جس وقت میں نے میڈیا کی ذمہ داری سنبھالی اس وقت ان کی عمر ٦٦ سال سے زائد تھی، جب کہ میں اس وقت ۲۴ سال کا تھا۔ وہ میرے لیے ایک قابل احترام شفیق ماں، سوز دروں رکھنے والی مربیہ، ہوش گوش والی مجاہدہ اور صبر کرنے والی داعیہ تھیں۔

شیخ بدر لکھتے ہیں: میں جب ۱۹۷۷ء میں یونیورسٹی کے پہلے سال میں تھا اس وقت میں نے ان کی کتاب 'ایام من حیاتی' پڑھی تھی اور ناصر کی جیلوں میں انھوں نے جو مظالم سہے تھے اس کو پڑھ کر بہت متاثر ہوا تھا۔ یہ اللہ کا فضل ہوا کہ میں ان کے ساتھ تیئں (۲۳) سال تک میڈیا کی ذمہ داری ادا کرتا رہا، یہاں تک کہ اگست ۲۰۰۵ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔

شیخ بدر محمد بدر لکھتے ہیں: ''میں زینب غزالی کے ساتھ بے شمار دعوتی اسفار میں ساتھ رہا، ہر دعوتی سفر میں میرے دل میں ان کے لیے احترام، اخلاق کریمانہ، حسن سلوک اور راہ حق میں ان کی مجاہدانہ سعی وجہد کے تعلق سے تحسین وآفریں کے جذبات میں اضافہ ہی ہوا۔ میں ان کے معتدل دعوتی طریقۂ کار، باشعور سماجی نظریہ، فولادی ارادے اور چٹان کی مانند جم جانے اور قرآنی پیغام وہدایت کی کامیابی پر پختہ یقین سے غیر معمولی طور پر متاثر

ہوا۔ ان کا قلب وقالب صرف اللہ کے لیے تھا۔ وہ راہ حق کی تمام تکلیفات، دشواریوں، تکان، رنج والم کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتیں، کیوں کہ انھوں نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کی رضا اور خوش نودی کے لیے تاحیات مسلسل محنت وجد وجہد کرتی رہیں گی۔ وہ اس آیت کو دہرایا کرتی تھیں:

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ (التوبۃ:۵۱)

''ان سے کہو، ہمیں ہرگز کوئی (برائی یا بھلائی) نہیں پہنچتی مگر وہ جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے۔ اللہ ہی ہمارا مولیٰ ہے اور اہل ایمان کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔''

ان کی پوری زندگی خدمتِ اسلام کے لیے وقف تھی

عمر کے ۸۸ (اٹھاسی) سال انھوں نے اللہ کی اطاعت، اسلام کے دفاع اور نئی نسل کے سامنے دین کی بلندی وعظمت اور اعتدال وتوازن کو پیش کرتے ہوئے گزار دیے۔

زینب غزالی اپنے بھائیوں سعد الدین، علی اور محمد سے چھوٹی تھیں۔ ان کے والد بچپن میں ان کو اپنے ساتھ خاص ان میٹنگوں میں لے جایا کرتے جہاں ان کی بڑے تاجروں اور بڑی شخصیات کے ساتھ نشستیں ہوتیں، حالاں کہ ان کی عمر اس وقت چار، پانچ سال کی تھی۔ والد کے اس طریقۂ کار سے زینب غزالی کے اندر اعتماد اور قوت وارادہ کی پختگی پیدا ہوئی۔ لیکن اللہ کی قدرت کہ والد کو اچانک تجارت میں زبردست گھاٹا ہوا، جس کی وجہ سے ان کو دل کا دورہ پڑا اور وہ دنیا سے رخصت ہو گئے اور زینب یتیم ہو گئیں۔

مصر میں اس زمانہ میں مسلم بچیوں کی تعلیم کی طرف رجحان بہت کم تھا۔ مسلم سماج لڑکیوں کی تعلیم پر پیسے خرچ کرنے کے بجائے ان کی شادی کی تیاری کرتا تھا۔ بہر حال مشکل حالات میں زینب غزالی نے اپنی تعلیم جاری رکھی، پھر جہاں تعلیم رکی وہاں انھوں نے آزاد شخصی مطالعہ شروع کر دیا اور ساتھ ہی فکری وادبی اور سیاسی شخصیات کے بارے

میں معلومات اور واقفیت حاصل کرنی شروع کی۔ یہی نہیں، بلکہ انھوں نے ان شخصیات سے مراسلت بھی شروع کردی۔ ان ہی میں مصر کے ممتاز ادیب عباس محمود عقاد بھی تھے۔

اس زمانہ میں مصری خواتین کی انجمن (الاتحاد النسائی) میں صرف امراء، وزراء، حکومت کے اعلیٰ ترین افسران کی بیویاں ہی ممبر ہوا کرتی تھیں، لیکن انجمن کی صدر نے دیگر خواتین ممبران کی مخالفت کے باوجود محض صلاحیت کی بنیاد پر ۱۹۳۵ء میں صرف سترہ سال کی عمر میں ان کو انجمن کی اعلیٰ مجلس (Governing Body) کا باضابطہ ممبر بنایا۔ پورے مصر میں بلکہ شاید پورے دنیائے عرب میں، خواتین کی یہ وہ واحد انجمن تھی جو خواتین کے لیے سرگرمِ عمل تھی۔ اس کا مقصد خواتین کے سیاسی، سماجی اور اقتصادی حقوق کے لیے کام کرنا تھا، لیکن اس انجمن پر مغربیت، لبرلزم اور سیکولرزم کا گہرا اثر تھا اور دین سے دوری کا بھی۔

بہرحال اس کے بعد دو تین واقعات رونما ہوئے: پہلا واقعہ فرانس کے سفر کی تیاری کے دوران خواب میں والد کو دیکھنا اور والد کا اس سفر سے روکنا، دوسرا ازہر کے وفد کے ساتھ مناقشہ اور سات ہفتہ تک متواتر علماء ازہر کی (خواتین کے حقوق پر) تقریروں کی سماعت، تیسرا آگ کا حادثہ۔ ان واقعات نے ان کی زندگی کا رخ موڑ دیا۔ بالآخر ۱۹۳۷ء میں ۱۲ر ربیع الاول (۱۳۵۶) کے دن جامعہ ازہر کے شریعہ کالج کی عمارت میں انھوں نے خواتین کی پہلی اسلامی تنظیم کے قیام کا اعلان کیا۔ اس تقریب میں ازہر کے بڑے علماء بھی شریک ہوئے۔

ازدواجی زندگی

ان کی پہلی شادی محمد حافظ تیجانی سے ہوئی جو حدیث کے ایک بڑے عالم اور 'تیجانی' سلسلہ کے صوفی شیخ تھے، لیکن یہ شادی صرف دو سال برقرار رہی (یعنی ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۴ء کے درمیان) کیونکہ میڈیا اور سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے ایک دن پولیس ان کے گھر آگئی، جس پر زینب کے شوہر حافظ تیجانی گھبرا گئے۔ زینب نے اسی وقت گھر میں لگی شاہ فاروق کی تصویر دیوار سے اکھاڑ کر زمین پر دے ماری اور اسے پیروں سے روند ڈالا اور

اچانک پولیس کے گھر میں گھس آنے اور ان سے متعلق سوالات کرنے پر سخت احتجاج کیا۔ اس واقعہ سے ان کے شوہر بہت ناراض ہوئے۔ ان کو یہ خیال ستانے لگا کہ مصری حکومت اب ان کے پیچھے پڑ جائے گی، چنانچہ اسی وقت یہ اختلاف اتنا گہرا اور شدید ہو گیا کہ انہوں نے اپنے شوہر سے خود طلاق لے لی، لیکن اپنے واضح موقف سے دست بردار نہیں ہوئیں۔ اس کے بعد وہ مسلسل چوبیس (۲۴) گھنٹے دعوتی، اصلاحی، تربیتی، تعلیمی، رفاہی، امدادی کاموں میں غیر معمولی انہماک کے ساتھ مصروف رہنے لگیں۔ اسی وجہ سے آٹھ سال تک وہ شادی کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوئیں۔

۱۹۵۱ء میں ان کی دوسری شادی ایک تاجر جناب محمد سالم سالم سے ہوئی۔ وہ بھی اخوان سے وابستہ تھے، لیکن حکومت کے اداروں کو اس کی خبر نہ تھی۔ جب مخبروں اور جاسوسوں کی نظروں سے بچنے کے لیے نصف شب کے بعد اخوان کے کارکنوں کی نشستیں زینب کے گھر پر ہونے لگیں، تاکہ مشکلات سے بچتے ہوئے ازسرنو اخوان کے تنظیمی ڈھانچہ کو مضبوط و مستحکم کیا جائے تو ان کے شوہر (محمد سالم) کو فکر ہوئی کہ حکومت ان کی بیوی (زینب) کو پریشان نہ کرے انھوں نے اپنی مجاہد و داعی بیوی زینب سے اپنی اس تشویش کا اظہار کیا۔ جواب میں زینب نے کہا: ”میری آپ سے شادی کچھ شرطوں کے ساتھ ہوئی ہے جن کو آپ نے خود قبول کیا ہے۔ میں نے امام حسن البنا کے ہاتھ پر اللہ کی راہ میں موت کی بیعت کی ہے، ابھی تو میں ایک قدم بھی نہیں بڑھی ہوں، لیکن اس کی امید رکھتی ہوں۔ اگر آپ کی شخصی مصلحت یا تجارتی سرگرمی میرے اسلامی کام سے ٹکراتی ہو اور اگر میری ازدواجی زندگی دعوت کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہو تو پھر ہمارے راستے جدا جدا ہیں۔ میں آپ سے ان کوششوں میں شرکت کا مطالبہ نہیں کرتی لیکن یہ میرا حق ہے کہ میں آپ سے کہوں کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے آپ مجھے نہ روکیں، کیوں کہ میری ذمہ داری مجھے مجاہدین کی صفوں کے درمیان ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔ ہمارے درمیان مکمل اعتماد ہونا چاہیے۔ آپ نے جب ایسی خاتون سے نکاح کیا ہے جس نے اپنے نفس کو سترہ (۱۷) سال کی عمر سے جہاد اور حکومتِ اسلامی کے قیام کے لیے وقف کر دیا ہے تو اگر شادی اور دعوت الی اللہ کے درمیان

ٹکراؤ ہو تو شادی ختم ہو سکتی ہے، مگر دعوت اسلامی میرے وجود میں باقی رہے گی۔"

شوہر سے صاف صاف بات کرنے کے بعد زینب کی سرگرمیاں بہت بڑھ گئیں۔ رات دن اخوان کے کارکنوں کی ان کے گھر پر آمد ہونے لگی۔ زینب کے شوہر آدھی رات میں دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سن کر نیند سے اٹھ جاتے اور آنے والوں کے لیے خود ہی دروازہ کھولتے، ان کو دفتر میں بٹھاتے، پھر ان کے لیے چائے کھانا تیار کراتے، پھر زینب کے پاس جا کر انھیں بہت نرمی سے بیدار کرتے اور کہتے کہ دفتر میں کچھ بچے آئے ہیں، سفر کی مشقت وتکان کے اثرات ان کے چہروں سے نمایاں ہیں۔ وہ آنے والے افراد سے ملاقات کے لیے دفتر میں چلی جاتیں اور شوہر سونے کے لیے چلے جاتے اور کہتے کہ فجر کی نماز کے لیے مجھے اٹھا دینا۔ وہ جواب دیتیں: ان شاء اللہ۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ زینب، محمد سالم کی پہلی یا دوسری بیوی نہیں، بلکہ تیسری بیوی تھیں۔ شادی کے وقت زینب غزالی نے جو شرطیں رکھی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ اپنی کسی بیوی کو طلاق نہ دیں گے، بلکہ تینوں کے ساتھ انصاف کریں گے اور کسی کو کسی پر فوقیت نہ دیں گے۔ اپنے شوہر کی اکلوتی بیٹی صفیہ کی دیکھ بھال زینب غزالی نے تاحیات پوری توجہ سے کی۔ یہ ان کی سوکن صفیہ کی بیٹی تھیں۔

حکومت کی جانب سے زینب غزالی کی گرفتاری کا اثر ان کے شوہر (محمد سالم) پر بہت زیادہ ہوا۔ انھیں فالج ہو گیا اور وہ آدھے دھڑ سے معذور ہو گئے۔ اسی حال میں ناصر حکومت کے افراد اور سیکورٹی کے لوگوں نے ان پر شدید ترین دباؤ بنایا اور ان کو ڈرا دھمکا کر مجبور کیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدیں، تا کہ اس طلاق نامہ کو جیل میں زینب غزالی کو دکھا کر انھیں مزید نفسیاتی اذیت پہنچائی جا سکے۔ ابتدا میں تو انھوں نے انکار کیا، مگر پھر غیر معمولی دباؤ، سختی اور دہشت کے ماحول میں مجبوراً طلاق نامہ پر دستخط کر دیا، مگر اسی کے ساتھ انھوں نے مصری عدالت میں ایک وصیت تحریری طور پر لکھ کر جمع کرا دی، جس میں لکھا تھا کہ زینب غزالی ان کی بیوی ہیں، اللہ اور اس کے رسول کے سامنے وہ اس کی گواہی دیتے ہیں، وہ اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہوں گے کہ زینب ہی ان کی بیوی ہوں گی۔

زینب غزالی جب جیل سے رہا ہو کر باہر آئیں تو انہوں نے اس وصیت کو دیکھا۔ واضح رہے کہ جیل میں قید کے دوران ہی ان کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا۔

بھائی بہن

زینب غزالی کے بڑے بھائی انجینئر سعد الدین سیاست سے دور رہتے تھے۔ وہ اپنی بہن کی گرفتاری اور قید سے بہت مغموم رہتے تھے۔ ان کے دوسرے بھائی علی مصری وزارتِ مالیات میں وکیل کے عہدہ پر تھے اور سیاسی اعتبار سے حزب وطنی کی طرف مائل تھے۔ تیسرے بھائی محمد الحسینی علم دوست تھے، اور وضع قطع بھی عالمانہ رکھتے تھے، وہ امام حسن البنا سے قریب تھے۔ چوتھے بھائی نصر الدین سیف الدین کے نام سے مشہور تھے۔ وہ بہت متعصب وفدی تھے، مصر کی سیاسی پارٹی وفد کے ہم نوا، مصری پارلیمنٹ کے رکن بھی رہے۔ ان کے پانچویں بھائی عبد المنعم روزنامہ 'اہرام' کے صحافی تھے۔ پہلے وہ تصوف کی طرف پھر کمیونزم کی طرف مائل ہوئے۔ وہ مزدوروں کے حقوق کے لیے بہت سرگرم رہے، عراق میں سیاسی پناہ گزیں کی حیثیت سے رہے، لیکن اپنی بہن (زینب) کی محنت سے وہ دوبارہ دین کی جانب متوجہ ہو کر عبادات میں منہمک ہوئے اور خیر پر زندگی گزاری۔

ان کی دو بہنیں تھیں: ایک بہن 'حکمت' فکری اعتبار سے ناصر سے قریب تھیں۔ بہن (زینب) کی گرفتاری اور قید پر غم کے باوجود وہ ناصر کی مؤید تھیں۔ دوسری بہن ہانم جو 'حیات'' کے نام سے مشہور تھیں، زینب سے زیادہ قریب تھیں۔ اپنے شوہر کے انتقال کے بعد وہ زینب ہی کے ساتھ رہتیں اور ان کے کاموں میں ہاتھ بٹایا کرتیں۔ بھائیوں بہنوں میں پائے جانے والے سیاسی وفکری اختلاف کے باوجود زینب کا احترام ومقام سب کے دلوں میں یکساں تھا اور اخلاقی اعتبار سے سب بلند تھے۔

مملکتِ سعودیہ سے تعلقات

زینب غزالی نے مملکتِ سعودیہ کو دینی خدمات کی انجام دہی کی جانب متوجہ کرنا

شروع کیا۔ اس سلسلے میں انھوں نے مملکت کے فرماں روا شاہ سعود بن عبدالعزیز کو خطوط لکھے۔ جن میں تمام میدانوں میں تطبیقِ شریعت کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے وسیع بنیادوں پر اسلامی خدمت کے مختلف پہلوؤں اور دائروں پر روشنی ڈالی۔ ۱۹۴۰ء کے آخر میں زینب غزالی نے سود سے پاک اسلامی بنکاری کے قیام کا نظریہ شاہ سعود کے سامنے اس وقت پیش کیا جب عالم اسلام میں اس کا دور دور کوئی ذکر نہ تھا، تاکہ مالی معاملات میں اسلامی اصولوں کی بنیاد پر ایک بہتر نمونہ سامنے آسکے۔

زینب غزالی نے ۱۹۵۱ء میں ماہانہ پھر ہفتہ وار 'السیدات المسلمات' نامی رسالہ میں متعدد مضامین ومقالات اسی انداز سے لکھے کہ سعودیہ کی حکومت ایک اسلامی ودینی حکومت ہے، جس سے امت کو بڑی امیدیں ہیں۔ جب ۱۹۵۰ء کے شروع میں شاہ سعود نے مصر کا دورہ کیا تو انھوں نے 'السیدات المسلمات' کے مرکزی دفتر کا بھی معائنہ کیا اور اس تنظیم کی مجلس انتظامی کے ارکان سے ملاقات بھی کی۔ زینب غزالی نے اس وقت رسالے کے سرورق پر شاہ سعود کی تصویر بھی شائع کی۔ زینب ہر سال مصری خواتین کے بڑے وفد کے ساتھ حج کے لیے جایا کرتی تھیں اور شاہی مہمان ہوا کرتی تھیں۔ مملکت سعودیہ کے فرماں روا کے اس ربط وتعلق نے زینب غزالی کو اس بات کا موقع دیا کہ وہ سعودی حکومت کے سامنے مسلم بچیوں کی تعلیم سے متعلق مؤثر تجویز پیش کریں۔ وہاں ۱۹۵۰ء تک مملکت میں سرکاری وحکومتی سطح پر لڑکیوں کی تعلیم کا باضابطہ کوئی نظم قائم نہیں تھا اور نہ لڑکیوں کی تعلیم کا نظم حکومت کی جانب سے کیا جا رہا تھا۔ زینب نے بہت ہی سوز اور سنجیدگی سے سعودی لڑکیوں کی تعلیم سے متعلق سعودی حکومت کے سامنے بنیادی جامع تجویز رکھی، اس کے نتیجے میں وزارتِ تعلیم کے تحت سعودی طالبات کی تعلیم کے لیے باضابطہ ایک ادارہ وجود میں آیا۔

۱۹۶۰ء کے اوائل سے زینب غزالی جب بھی سعودی عرب کا سفر کرتیں تو لڑکیوں کے اسکولوں میں بھی ضرور جاتیں اور انتظامیہ سے ملاقاتیں کرتیں، طالبات سے ملتیں اور سب کو اسلامی شعائر کی پابندی کی نصیحت کرتیں۔ وہ کہتیں کہ اسلام کے احیا کی ذمہ داری

صرف مردوں کے کاندھوں پر نہیں، بلکہ خواتین پر بھی ہے اور اس ذمہ داری کا احساس خواتین کی تعلیم کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

حسنِ اخلاق کا پیکر

وہ حسنِ اخلاق کا پیکر تھیں۔ آنے والے مہمانوں اور وفود کا (جو پوری دنیا سے ان کے پاس آتے رہتے تھے) خود استقبال کرتیں، خود کھانے کا انتظام کرتیں، اس وقت تک خود دستر خوان پر نہ بیٹھتیں جب تک کہ ڈرائیور، مالی، خاکروب، برتن دھونے والے اور دیگر خادم سب کھانے کی اپنی پلیٹ نہ لے لیں۔

ایک بار اسکندریہ سے میڈیکل کا ایک طالب علم آیا اور بولا: زینب میری ماں اور حسن البنا باپ ہیں۔'' زینب بجائے غضب ناک ہونے کے فوراً سمجھ گئیں کہ اس نوجوان کی نفسیاتی وذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ نہ تو ان کے کوئی اولاد ہے اور نہ حسن البنا سے ان کی شادی ہوئی تھی۔ پھر اس نوجوان کو انھوں نے علاج کے لیے دماغی ہاسپیٹل بھیجا اور اس کی خبر گیری کرتی رہیں۔

بے باک آزاد صحافت

زینب غزالی کا رسالہ 'السیدات المسلمات' ۱۹۵۱ء سے نکلنا شروع ہوا۔ اس کے سرورق پر ایک برقعہ پوش خاتون کی تصویر ہوا کرتی تھی۔ ہر قمری ماہ کی پہلی تاریخ کو رسالہ منظر عام پر آجایا کرتا تھا۔ اس میں موضوعات کا بہت زیادہ تنوع ہوتا تھا۔ لیکن جب مصر کے سیاسی حالات میں تبدیلیاں آنی شروع ہوئیں تو رسالہ کی زبان بھی متاثر ہونے لگی، چنانچہ حکومت کی نگراں ایجنسیوں نے رسالہ کی اسکریننگ شروع کر دی، حتی کہ اس کے صفحہ کا صفحہ سادہ رہ جاتا، کیوں کہ اس کے مواد کو پریس میں ہی حکومت کی جانب سے حذف کرا دیا جاتا تھا۔ کبھی صرف عنوان اور مضمون نگار کا نام رہ جاتا اور سارا مضمون اڑا دیا جاتا۔ زیادہ تر زینب غزالی ہی کے مضامین نکالے جاتے تھے۔ مگر ان سب کے باوجود زینب کا قلم

برطانوی استعمار کے خلاف آگ اگلتا رہا، مثلاً ایک بار انھوں نے ایک مضمون لکھا جس کا عنوان تھا: 'کتوں کے سفیر کو ملک سے نکالو' سفیر سے مراد برطانوی سفیر تھا جو مصر کے داخلی معاملات میں بہت زیادہ مداخلت کیا کرتا تھا۔ انھوں نے ایک مضمون کا عنوان لکھا: 'شیخ ازہر استعفیٰ دیں''۔ اس کا پس منظر یہ تھا کہ شیخ الازہر بجٹ کی منظوری کے لیے وزیر مالیات کے پاس چلے گئے تھے، جسے زینب نے ان کے مقام و مرتبہ کے منافی سمجھا۔ انھوں نے لکھا کہ وزیرِ مالیات کو خود شیخ الازہر کے پاس آنا چاہیے تھا۔ وہ ایک ہفتہ وار رسالہ 'الوعی الجدید' اور 'شعور نور' بھی نکالا کرتی تھیں۔

طریقۂ کار اور ترجیحات

وہ اپنی گفتگو، تحریر و تقریر میں بنیادی اور اہم مسائل ہی کا ذکر کیا کرتیں، فروعی اور غیر اہم باتوں کے بیان کرنے کو وہ ناپسند کرتی تھیں۔ وہ ایسی ہوش مند مسلم خاتون کی رہ نمائی اور اس کے اندر تعمیری رجحانات کے فروغ سے زیادہ دل چسپی رکھتیں جو ملک و وطن کے ایشوز، خاندان و معاشرہ کی فلاح و بہبود اور امت کی فکر کے بارے میں سوچتی ہو۔ اس لیے جب بھی وہ خواتین کے کسی اجتماع سے خطاب کرتیں تو امت اسلامی کے احساسات کی ترجمانی کرتیں اور مسلم خواتین کو احیاء و تعمیر، نیز تبدیلی کے کاموں میں اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کی ضرورت پر زور دیتیں، وہ مطلوبہ ترقی و تعمیر کے حصول میں صنف نازک کے کردار سے متعلق رہ نمائی کرتیں۔ وہ کوشش کرتیں کہ پوری امت کے حالات و مسائل کے بارے میں خواتین کی سوچ اور موقف میں گہرائی پیدا ہو اور وہ اس سے آگاہ و واقف ہوں، تاکہ اس کے تحت وہ اپنے بچوں بچیوں کی تربیت کر سکیں اور ان کو دین و امت کی خدمت کا اہل بنا سکیں۔ وہ خواتین کے ایسے سوالات سے رنجیدہ ہو جایا کرتی تھیں جو کاجل سرمہ لگانے، ناخن پالش کرنے، بھنویں باریک کرانے یا نقاب وغیرہ سے متعلق ہوتے، کیوں کہ وہ ظاہری شکل و صورت کے بجائے جوہر و قلب کو دیکھا کرتی تھیں۔ وہ جامعہ ازہر کے اعلان کردہ موقف کے مطابق رائے رکھتی تھیں کہ چہرہ چھپانے سے نہ منع کیا

گیا ہے اور نہ اسے فرض کیا گیا ہے۔ وہ تین فقہی موضوعات (طلاق، رضاعت، میراث) پر گہری واقفیت رکھنے کے باوجود جواب دینے سے گریز کرتی تھیں اور سوال کرنے والی خاتون کو جامعہ ازہر یا کسی معروف فقیہ کے پاس بھیج دیتی تھیں۔

نفیس ذوق

ان کا اپنا خاص کمرہ ان کی نفاست وذوق کا آئینہ دار تھا۔ اس میں ایک گوشہ نماز، اعتکاف اور تلاوت کے لیے مخصوص تھا۔ کمرہ میں ہر چیز ایک ترتیب کے ساتھ رکھی ہوتی، کمرہ کے اندر عمدہ خوشبو پھیلی ہوتی، ان کے اس کمرہ میں کسی کو آنے کی اجازت نہیں تھی سوائے ان کی بہت خاص خواتین سہیلیوں کے۔

فرض کا احساس

ایک بار زینب غزالی کے پاس امریکا کی ایک اسلامی تنظیم کی طرف سے دینی موضوعات پر لکچر دینے کے لیے دعوت نامہ آیا۔ وہ قاہرہ ایئرپورٹ پہنچی تو مصری اتھارٹی نے ان کو سفر کرنے سے روک دیا۔ انھوں نے عدالت سے رجوع کیا۔ عدالت نے ان کے سفر پر حکومتِ مصر کی جانب سے عائد کردہ حکم امتناعی کو منسوخ کر دیا۔ وہ دوبارہ ایئرپورٹ پہنچیں تو ان کو پھر روکا گیا مگر اس بار انھوں نے عدالت کا فیصلہ دکھایا اور مدلل انداز میں بات کی تو ان کو سفر کی اجازت دے دی گئی۔ جب وہ امریکا کے ان مقامات پر گئیں جہاں لکچر دینا تھا تو وہاں شدید ترین سردی تھی، برف جمی ہوئی تھی، درجہ حرارت ۴۰ ڈگری منفی تھا لیکن اس کے باوجود زینب غزالی نہایت پھرتی اور نشاط کے ساتھ دورہ کیا اور کوشش کی کہ وقت کا زیادہ سے زیادہ مفید استعمال ہو سکے۔

جس وقت زینب غزالی جنرل ضیاء الحق کے عہد میں پاکستان کے دورہ پر تھیں اور اسلام آباد کے ایک ہوٹل میں مقیم تھیں تو فلسطینی داعی شہید عبداللہ عزام کی اہلیہ ام محمد نے ان سے ملاقات کی اور کہا کہ پاکستان کی خفیہ ایجنسی ان کے شوہر کی تلاش میں ہے اور وہ

گرفتاری کے خوف سے روپوش ہیں۔ آپ اس معاملہ میں جنرل ضیاء سے مداخلت کی درخواست کریں۔ زینب غزالی اس وقت سے ڈاکٹر عبداللہ عزام سے واقف تھیں جب ۱۹۷۰ء کے اوائل میں وہ جامعہ ازہر سے فقہ میں Ph.D. کر رہے تھے۔ زینب غزالی کی درخواست پر جنرل ضیاء نے فوراً کارروائی کی۔

۱۹۸۹ء میں جنرل ضیاء الحق کی شہادت کے بعد جب زینب تیسری بار پاکستان گئیں تو ان کی اہلیہ سے ملیں۔ بیگم ضیاء نے گفتگو میں بتایا کہ جنرل ضیاء شہادت سے چند دنوں قبل ایک دن کھانا کھا رہے تھے کہ ان کے پاس روسی حکومت کی جانب سے دھمکی آئی اور انھوں نے محسوس کیا کہ اس بار یہ دھمکی سچ ثابت ہوگی۔ ٹھیک اسی وقت میاں طفیل محمد (امیر جماعت اسلامی پاکستان) کا خط موصول ہوا کہ آپ افغان مجاہدین کی مدد جاری رکھیں اور تطبیقِ شریعت کی کوشش کرتے رہیں۔ اس خط سے جنرل صاحب کو قلبی سکون ہوا اور انھوں نے روس کی دھمکی کی پروانہ کی۔

دعوت کے اثرات

ایک دن مصری عدالت کے ایک جج زینب غزالی کی قائم کردہ خواتین کی تنظیم کے دفتر آئے اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بتایا: ''میری اہلیہ سے میرے اختلافات بہت بڑھ گئے تھے، یہاں تک کہ طلاق کی نوبت آگئی تھی، لیکن پھر اچانک اہلیہ میں ازخود بڑی تبدیلیاں آگئیں۔ وہ میرا بہت زیادہ خیال رکھنے لگیں، مجھے اس تبدیلی پر بڑی حیرت ہوئی۔ جب میں نے ان کا خاموشی سے پیچھا کیا تو معلوم ہوا کہ وہ آپ کے درس میں شرکت کرتی اور اس سے متاثر ہوتی ہیں۔ یہی تبدیلی کا راز ہے۔''

آزاد خیال عورتوں کی اصلاح وتربیت

۱۹۸۰ء کے اواخر میں فلم انڈسٹری سے وابستہ خواتین ہیروئینوں، اداکاراؤں، فنکاروں کی زینب کے ہاتھ پر فلمی زندگی اور موسیقی کی دنیا سے واپسی اور توبہ کا سلسلہ شروع

ہوا۔اس سلسلہ میں افراج حصری اور یاسمین خیام کا نام قابلِ ذکر ہے، جنہوں نے اپنی فکر، سوچ اور صالح زندگی سے فلمی دنیا سے وابستہ دوسری فنکار خواتین کو بھی متاثر کیا۔

زینب غزالی کے درس کی مجالس میں بے حجاب خواتین اور نوجوان لڑکیاں بھی کافی تعداد میں آتی تھیں لیکن ان سے پردہ سے متعلق وہ کوئی بات نہ کرتی تھیں، مگر چند ماہ کے اندر ہی ان کے دل کی دنیا بدل جاتی تھی اور وہ اپنے آپ حجاب پہننا شروع کر دیتی تھیں۔ وہ آزاد خیال، بے دین، لبرل اور سیکولر ذہن کی خواتین وطالبات سے ملاقات میں بالکل نہ ہچکچاتیں بلکہ ان کے دل کو میٹھی باتوں اور کریمانہ اخلاق سے نرم کرنے کی کوشش کرتیں۔

انہوں نے الجزائر کے دعوتی سفر کے دوران وہاں کی انجمنِ خواتین کی خاتون صدر (جو بہت ہی آزاد خیال اور لبرل تھیں) سے از خود ملاقات کی اور بہت ہی حکمت و خوب صورتی اور دانائی کے ساتھ ان کے یہاں خواتین کا بڑا اجلاس منعقد کیا، جس میں انھوں نے خواتین کو ظاہری زیب وزینت کے بجائے دل ودماغ کو قرآنی آیات سے مزین وآراستہ کرنے کی دعوت دی۔

سیہ کار خواتین کی اصلاح

ایک مرتبہ جج قاضی نبیل نے زینب غزالی کے سامنے ایک عجیب وغریب معاملہ رکھا اور اس پر ان کی رائے چاہی۔ جج نے بتایا کہ ان کا بھائی ڈاکٹر ہے اور جلدی امراض کے ہسپتال میں ملازم ہے۔ اصلاً یہ ہسپتال ناجائز جنسی تعلقات کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے امراض کے علاج کے لیے مخصوص ہے۔ (دوسری جنگ عظیم کے بعد مصری پارلیمنٹ نے اس ہسپتال کا رجسٹریشن کینسل کردیا اور اسے بند کردیا) حوض نامی اس ہسپتال میں سینکڑوں آبرو باختہ، زنا کاری میں مبتلا طوائف عورتیں داخل ہوا کرتی ہیں۔ اگر آپ (زینب) ان خواتین کو نصیحت کریں، آخرت کی یاد دلائیں، توبہ پر ابھاریں تو شاید تبدیلی آئے اور اللہ توفیق اطاعت دے اور دل میں ایمان پیدا ہوجائے۔ جج نے کہا کہ ہاسپٹل کی مریض خواتین کو آپ کے وعظ کی زیادہ ضرورت ہے۔

زینب جج کی باتوں کو سن کر سوچنے لگیں کہ کیا کیا جائے، انھوں نے اس مسئلہ کو تنظیم کی مجلس مشاورت میں دیگر خواتین کے سامنے رکھا۔ سب نے کہا کہ یہ کام تنظیم کے لیے مناسب نہ ہوگا۔ ایسی خاتون مریضوں سے خیر کی کوئی امید نہیں۔ لیکن زینب غزالی نے ایک انقلابی فیصلہ کیا اور تن تنہا اللہ کی ہدایت کو پہچاننے کا فیصلہ کرلیا۔ وہ ہاسپٹل کے ڈائرکٹر کے پاس پہنچ گئیں اور مریض خواتین کے لیے ہفتہ وار دینی محاضرہ کے لیے اجازت لے لی۔ پھر انھوں نے توبہ کے موضوع پر مسلسل بہت ہی دل سوزی کے ساتھ گفتگو کا آغاز کیا۔ خواتین کو آگ کے عذاب سے ڈرایا، معصیت پر اخروی عذاب کی کیفیت کا نقشہ کھینچا، مگر یہ بھی بتایا کہ ہر گنہ گار کے لیے توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہوا ہے۔

ان کی گفتگو کے بعد بیمار خواتین بے شمار سوالات کرتیں، مثلاً اب ہم کیا کریں؟ ہمیں گھر والوں نے نکال دیا ہے۔ اب ہم کہاں جائیں؟ سماج ہم کو کیسے قبول کرے گا؟ وہ ہمارے ماضی کو یاد دلائے گا۔ کیا پاکیزہ زندگی گزارنے کے لیے کوئی ہماری مدد کرے گا؟

زینب غزالی تمام سوالوں کا بہت ہی سکون کے ساتھ جواب دیتیں اور انھیں مطمئن کرتیں، یہاں تک کہ اللہ کی توفیق سے گناہوں میں لت پت نافرمان عورتوں نے اللہ کی طرف پلٹنا شروع کردیا۔ ایک کے بعد ایک نے توبہ کرنے کا آغاز کیا اور گزشتہ گناہوں پر ندامت وشرمندگی کا اظہار کیا۔ پھر زینب غزالی نے توبہ کرنے والی عورتوں کی شریفانہ زندگی گزارنے کے لیے انتظامات اور امداد وتعاون کا سلسلہ شروع کیا۔ لوگوں کو ان سے شادی پر آمادہ کیا۔

جیل کی چند جھلکیاں

زینب غزالی، مصری ڈکٹیٹر جمال عبد الناصر کے حکم پر دیگر اخوانی قیادت کے ساتھ جیل میں ڈال دی گئیں، جہاں آٹھ سال تک وحشیانہ سزاؤں میں ہنٹر، کوڑے، کتے، آگ اور پانی کے سل، ذبیحہ جانوروں کی طرح بانس کی بلیوں پر لٹکانے، گندے الفاظ اور فحش مغلظات اور گالیوں سے دل کو مجروح کرنے، بھوکا و پیاسا رکھنے، طویل مدت تک استنجا خانہ نہ جانے دینے، تحقیقات کے نام پر صبح وشام دفاتر میں مختلف قسم کے عذاب دینے،

خطرناک آلات سے اعصاب کو اذیتیں پہنچانے کا طویل سلسلہ قائم رہا۔

زینب خود کہتی ہیں: مجھے جیل کے ۳۴۰ نمبر کمرہ میں داخل کر دیا گیا، جو قبر کی طرح تنگ و تاریک اور وحشت ناک سیل تھا۔ اس میں دو خوں خوار کتے بھی ڈالے گئے۔ میں نے تیمم کر کے نماز شروع کر دی۔ مجھے قبلہ کا پتہ نہ چل سکا۔ میں ایک نماز ختم کرتی تو دوسری شروع کر دیتی، تا کہ اللہ سے تعلق قائم ہو اور وہ مجھ سے ظالموں کے شر کو دفع فرمائے۔ کتے رکوع و سجود میں میری پیٹھ نوچ رہے تھے اور میرے سر اور چہرہ کو زخمی کر رہے تھے۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور میری زبان پر یہ ورد جاری رہا: حسبنا اللہ و نعم الوکیل، اے اللہ تو مجھ سے شر کو دفع فرما۔ دونوں خوف ناک شکل والے کتے مسلسل میرے جسم کو اپنے دانتوں سے نوچتے کھسوٹتے رہے اور بدن میں آگ لگاتے رہے۔

جیلر بولا: ہم تجھے مرغی کی طرح لٹکاتے ہیں، پانی میں ڈالتے ہیں، آگ میں پھینکتے ہیں، کتوں سے نچواتے ہیں تو کیوں تیرا پروردگار و پالنہار تیری مدد نہیں کرتا؟ میں نے جواب دیا: ہماری کوڑوں سے پٹائی کر کے اور مختلف قسم کی اذیت دے کر تم لوگ کیا اس وہم میں مبتلا ہو گئے ہو کہ تم غالب آ گئے ہو، حقیقتاً تم سب ہم سے خوف زدہ ہو۔ ہم مجرم نہیں ہیں، ہم تو پیغامِ حق کے حامل، امانت کا بار اٹھانے والے، حق کے داعی اور نوری راستہ کی نشانیاں ہیں۔ ہم غالب ہیں، کیوں کہ اللہ کی ذات پر یقین و اعتماد رکھتے ہیں، اسی کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ مگر ایک بات ایسی ہے جس سے ہماری شکست خوردگی ثابت ہو سکتی ہے، اگر ہم اسلام کی سربلندی اور توحید کے علم کو بلند کرنے کے لیے جہاد کے وجوب کے تصور سے دست بردار ہو جائیں۔ اسلام درحقیقت سیاستِ داخلی و سیاستِ خارجی، اور ایسے امن و سلامتی کا نظام ہے جو ساری دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ کیوں کہ وہ بندوں کو فرد کی عبادت سے چھٹکارا دلا کر خدائے واحد کی عبادت سے سرفراز کرتا ہے۔ خالق کی نافرمانی کے لیے مخلوق کی اطاعت نہ کرنی چاہیے۔ بے شک وہ بندہ جو اللہ ہی کے لیے سچائی و اعتماد کے ساتھ اسلام لایا وہ بندۂ خدا بن کر کائنات میں اللہ کا ہو گیا۔ وہ شخص مخلوق سے کیا ڈرے گا جس کی روح عالمِ سماوی سے ملی ہوئی ہو اور جس کا قلب فردوس سے پیوستہ ہو، دنیا اس کے

سامنے ہیچ ہو جاتی ہے، کیوں کہ وہ حقیقتِ دنیا سے آگاہ ہو چکا ہوتا ہے۔ تم کیا کر سکتے ہو؟ ہمارے جسموں کو چیر پھاڑ سکتے ہو، قتل کر سکتے ہو، ہم پر تشدد کر سکتے ہو، ہم سے پانی و غذا روک سکتے ہو، کوڑے تمہارے ہاتھوں میں ہیں، اذیت و تکلیف کے ذرائع تمہارے رہینِ اشارہ ہیں، لیکن یہ تمام چیزیں ہمارے نزدیک بے حقیقت ہیں، اس لیے کہ ہم حزب اللہ ہیں اور تم حزب الشیطان ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ۝ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ (المجادلۃ: ۲۰، ۲۱)

”وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرتے ہیں وہی لوگ ذلیل ترین ہیں، اللہ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب ہو کر رہیں گے، بے شک اللہ غالب و قوی تر ہے“۔

جیل میں زینب غزالی کی عزت و آبرو پر حملہ کی کوشش کی گئی۔ اس موقع پر انھیں اللہ کی غیبی مدد و نصرت حاصل ہوئی۔ اس سلسلہ میں وہ کہتی ہیں: ”سیل میں ایک مصری فوجی بُری نیت کے ساتھ میری طرف دھیرے دھیرے بڑھنے لگا تو میں نے پوری قوت سے چیخ کر کہا: خبردار! ایک قدم بھی آگے نہ بڑھنا۔ اگر تو نے قریب آنے کی کوشش کی تو میں تجھے مار ڈالوں گی، مار ڈالوں گی، مار ڈالوں گی۔ سمجھے؟ فوجی سکڑتا سمٹتا میری طرف بڑھنے لگا۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ میرے دونوں ہاتھوں نے اس کی گردن کو دبوچ لیا، پھر میں نے پوری طاقت سے چلّا کر 'بسم اللہ، اللہ اکبر' کہتے ہوئے اپنے دانت اس کی گردن میں پیوست کر دیے۔ اچانک وہ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا۔ اس کے منہ سے صابن کے جھاگ کی طرح سفید جھاگ بہہ رہا تھا۔ وہ میرے پیروں کے پاس بے حس و حرکت پڑا تھا۔ اس لمحہ اللہ تعالیٰ نے مجھ میں کم زوری و لاچارگی کے باوجود عجیب و غریب قوت پیدا کر دی تھی۔ معرکہ زوردار رہا، جس میں فتح خیر ہی کی رہی۔ یہ سچائی کی علامت اور مخلصوں کے لیے بشارت تھی۔ الحمد للہ رب العالمین۔ سرکش خوف زدہ ہو کر شکست کھاتے ہیں، جب کہ وارثینِ نبوت پس

دیوار زنداں صرف ایمان سے مسلّح ہوتے ہیں۔ مومنوں کی حق پر ثابت قدمی ایسی چیز ہے۔

جیل کے ایک فوجی افسر نے مجھ سے کہا: میں اس لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے معنی سمجھنا چاہتا ہوں جسے تم نے اپنا رکھا ہے۔ میں نے جواب دیا: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پوری انسانیت کو بتوں اور انسانوں کی عبادت سے ایک خدا کی عبادت کی طرف نکالنے کے لیے آئے ہیں۔ یہی لا الٰہ اا اللہ کے معنیٰ ہیں اور محمد عبدہ ورسولہ کا مطلب ہے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو وحی لے کر آئے یعنی قرآن وسنت، ہم پر اعتقاداً وعملاً اس کا نفاذ واجب ہے۔ یہی کلمہ توحید کا صحیح تصور ہے۔

میرے ہاتھوں کو پیروں سے باندھ دیا گیا اور مجھے لٹکا دیا گیا۔ کوڑے میرے ہاتھ اور پیروں پر انتہائی سنگ دلی ودرندگی کے ساتھ پڑنے شروع ہوئے۔ پٹائی اور مار کی رفتار تیز ہوتی گئی، درد دوچند ہوتا گیا۔ جب صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور خاموش رہنے کی قوت ختم ہوگئی تو میری آوازِ شکوہ اس ذات کے سامنے بلند ہوئی جو ظاہر ومخفی سب کا جاننے والا ہے۔ میں یا اللہ یا اللہ دہرانے لگی اور کوڑے میرے پیروں کے درد میں اضافہ کرتے رہے۔ اس وقت میرے دل ودماغ میں صرف اللہ ہی اللہ تھا، حتّٰی کہ میں ہوش کھو بیٹھی، مگر ظالم کا ہاتھ مجھ پر مسلسل ضربیں لگا تا رہا۔ اس وقت میرا پورا وجود کہہ رہا تھا: اللہ سب سے بڑا ہے اور تمام حمد وثنا اسی کے لیے ہے۔ اے اللہ! صبر ورضا کے ساتھ ہم تیرے اس انعام پر حمد وشکر بجالاتے ہیں جو تو نے اسلام، ایمان کی نعمت کی صورت ہمیں عطا کیا ہے۔

ایک تاریک کمرہ کا دروازہ کھلا۔ مجھے اس میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا گیا۔ کمرہ میں قدم رکھتے ہی میں نے کہا ''بسم اللہ، السلام علیکم'' دروازہ بند ہوگیا اور تیز وطاقت ور بجلی کے بلب روشن ہوگئے۔ کمرہ کتوں سے بھرا ہوا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ کتنے تھے۔ میں نے گھبراہٹ میں اپنی آنکھیں بند کر لیں اور سینے پر ہاتھ رکھ لیے۔ میں نے کمرہ کے دروازہ پر زنجیریں اور تالے لگانے کی آواز سنی اور کتّے میرے پورے جسم، سر، ہاتھ، سینہ، پیٹھ سے چمٹ گئے۔ مجھے محسوس ہوا کہ کتوں کے دانت میرے بدن کے ہر حصہ میں پیوست ہو رہے

ہیں۔ میں نے شدید گھبراہٹ میں آنکھیں کھولیں، مگر ہول ناک منظر دیکھ کر دوبارہ آنکھیں بند کرلیں۔ میں نے اپنا ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھ لیا اور اسماءِ حسنٰی کا ورد 'یا اللہ' سے شروع کر دیا۔ ایک کے بعد دوسرا اسمِ الٰہی میری زبان پر آتا گیا اور ادھر کتے بھی مجھ سے چمٹے رہے۔ مجھے ان کے دانت سر پر، شانہ پر، پیٹھ، سینہ اور تمام جسم پر گڑتے ہوئے محسوس ہوتے۔ میں اپنے رب کو پکارنے لگی اے اللہ! ساری دنیا سے کاٹ کر تو مجھ کو خود سے وابستہ کر لے۔ اے خدائے واحد! تو مجھ سے راضی ہو جا، تو مجھے عالم صوری سے ہٹا لے ان تمام اغیار سے دور کر کے مجھے خود سے قریب کر لے۔ تو مجھے اپنی بارگاہ میں ٹھہرا، اپنی سکینت سے مجھے رنگ دے اور اپنی محبت کی چادر مجھے اڑھا دے۔ مجھے اپنی راہ میں محبت، رضا، اور شہادت عطا کر اور توحید پرستوں کو ثابت قدم رکھ۔ یہ سب میں دھیرے دھیرے کہہ رہی تھی۔ ادھر کتوں کے نوکیلے دانت میرے بدن میں پیوست ہوتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ کئی گھنٹے گزر گئے، پھر دروازہ کھلا اور میں کمرہ سے باہر نکالی گئی۔ مجھے یقین تھا کہ میرے سفید کپڑے خون سے رنگین ہوں گے، لیکن تعجب! میرے کپڑے اسی طرح صاف ستھرے تھے جیسے کمرے کے اندر جاتے وقت تھے۔ میرے جسم پہ کہیں کتوں نے ایک دانت بھی نہیں مارا تھا۔ میرا رب کتنا عظیم، بزرگ و کارساز ہے۔ وہ میرے ساتھ ہے، اے اللہ! کیا میں تیرے فضل و کرم کی مستحق ہوں۔ یا الٰہی! تو ہی حمد کے لائق ہے۔ یہ سب میں چپکے چپکے کہہ رہی تھی۔ قید خانے کا جلاد میرا بازو پکڑے ہوئے مجھ سے پوچھ رہا تھا: تجھے کتوں نے نہیں کاٹا؟ کیوں؟؟ اس کے ہاتھ میں ہنٹر تھا۔ پشت پر ایک دوسرا جلاد تھا۔ وہ بھی سونٹا لیے ہوئے تھا۔ شفق کی سرخی افق میں گم ہو رہی تھی۔ آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ مغرب کا وقت ہو رہا تھا۔ مجھے تین گھنٹے سے زیادہ عرصہ تک کتوں کے ساتھ بند رکھا گیا تھا، بھوکے اور خوں خوار کتوں کے درمیان۔

اخوان کی دعوت

خواتین اکثر زینب سے سوال کرتیں کہ اخوان کی دعوت کیا ہے؟ وہ بتاتیں کہ اس

دعوت و پیغام کے کئی اجزاء ہیں: اس کے پہلے جزء کا تعلق فہم سے ہے، یعنی یہ تصور کہ اسلام ایک مکمل نظام اور مکمل دین ہے، جس کی عمارت کتاب وسنت پر قائم ہے اور یہ امتِ واحدہ ہے، جو خیر وصلاح سے مرکب ہے۔ دین کے بنیادی عقائد کے ساتھ عقل، آزادی اور علم کے مقام ومرتبہ کی شناسی ضروری ہے۔ اس دعوت کا دوسرا جزء 'اخلاص' ہے، یعنی جب تک دین کی سربلندی کے لیے قلب وجوارح اور خلوص نیت کے ساتھ کوئی فرد کھڑا نہیں ہوتا اور عمل نہیں کرتا اس وقت تک کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ اس دعوت کا تیسرا جزء عملی جدوجہد اور تیاری ہے، یعنی ایک مسلم مرد اور مسلم خاتون کو اپنی شخصیت وذات کی تعمیر کس طرح کرنی چاہیے، خاص طور پر اپنے گھر کو کس طرح اسلامی اخلاق وآداب سے سنوارنا چاہیے؟ ظاہر ہے، اس پوری جدوجہد میں روشنی ورہ نمائی قرآن وسنت ہی سے حاصل کرنی ہوگی۔ اس دعوت کا چوتھا اہم جزء جہاد ہے، یعنی سب سے پہلے اپنے نفس سے جہاد کرنا، نفس کو خدا اور اس کے آخری رسول کے احکام واوامر کا پابند بنانا اور اُسے خدائی احکام کے سامنے جھکا دینا، اسی طرح شیطان اور اس کے مکروفریب، وسوسوں اور اس کے بہکاوے کے خلاف جہاد کرنا، عدل وانصاف کو فروغ دینے اور ظلم وزیادتی کو روکنے کے لیے جہاد کرنا۔

اس دعوت کا پانچواں جزء 'قربانی' ہے، یعنی اپنی صلاحیتوں، وقت، مال واسباب اور خواہشات کی قربانی دینا، تاکہ اللہ اور اس کے رسول کے ذریعہ لایا ہوا دین پورے طور پر سربلند ہوجائے اور اس راہ میں آنے والی تمام رکاوٹیں دور ہوجائیں۔ اس دعوت کا چھٹا جزء اطاعت وفرماں برداری ہے، یعنی خدا اور رسول اور امیر کی اطاعت۔ اس دعوت کا ساتواں جزء ثابت قدمی، مضبوطی اور ٹھہراؤ ہے کہ جس فکر ونظریے اور جس دین کو تسلیم وقبول کیا گیا ہے اس کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے ثابت قدمی دکھائی جائے اور آنے والی پریشانیوں پر صبر کیا جائے۔ اس دعوت کا آٹھواں جزء اپنی ذات، اپنی فکر اور اپنی پوری زندگی کو اسلام کے لیے خاص کرنا ہے، یعنی اللہ کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگ لینا مطلوب ومقصود ہونا چاہیے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ

قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

(الممتحنہ: ۴)

''حضرت ابراہیمؑ کی ذات میں تمہارے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔ اور ان لوگوں میں بھی جو ان کے ساتھ ہیں، جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے بری ہیں اور تم جن چیزوں کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو اس سے بھی ہم بری ہیں۔''

اس دعوت کا نواں جزء باہمی اخوت اور ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات کی مضبوطی ہے۔ اس کا دسواں اہم جزء اعتماد و یقین ہے۔

اگر ان اجزاء یا عناصر کو پورے طور پر قبول کیا جائے تو فرد کے اندر خوش گوار مثبت تبدیلی آتی ہے اور وہ صالح انسان بن جاتا ہے، کیوں کہ اسلام صالح انسان بنانا چاہتا ہے۔ اس لیے خواتین کو پہلے اپنے گھر کو اسلامی بنانا ہوگا۔ اگر مثال و نمونے کی تلاش ہو تو مردوں میں ابوبکر صدیقؓ جیسا، عورتوں میں سیدہ خدیجہؓ جیسی، نوجوانوں میں حضرت علیؓ جیسا، مال داروں میں حضرت عثمان غنیؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ جیسا، کم زوروں اور مسکینوں میں عمار بن یاسرؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ جیسا انسان ہمارے سامنے نمونہ و مثال ہونا چاہیے۔ ان کی مثالوں پر اگر غور کیا جائے تو یقیناً ہمارے اندر یہ خیال پیدا ہوگا کہ قرآن کا مطلوب انسان ایسا ہونا چاہیے جس میں ربانی و روحانی کیفیت بھی ہو، اس کی سوچ ہمہ گیر اور اس کا عمل تعمیری ہو اور وہ دوسروں کے لیے خیر خواہی و ایثار کا بہترین نمونہ ہو۔

علالت و کم زوری

۱۹۹۰ء کی نصف دہائی میں انھوں نے محسوس کیا کہ آنکھوں سے مطالعہ و تلاوت میں اب کچھ دشواری ہو رہی ہے اور بینائی متاثر ہو رہی ہے۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ آنکھ میں سفید پانی آ گیا ہے، جس کا آپریشن کرنا ہوگا۔ آپریشن تو ہو گیا، لیکن کئی ماہ تک ان کو الجھن رہی۔ معلوم ہوا کہ ان کو بیہوشی کی دوا زیادہ مقدار میں دے دی گئی تھی، جس کا اثر حافظہ پر پڑا ہے، نتیجتاً

انھیں نسیان کا عارضہ لاحق ہوگیا۔ اس صورت حال میں مجبوراً ان کو ہفتہ وار درس روک دینا پڑا۔ مگر حافظہ متاثر ہوجانے کے باوجود قرآن کی تلاوت میں کبھی انھوں نے غلطی نہیں کی۔

جب حافظہ اور زیادہ متاثر ہوگیا تو ان کی بہن 'حیات' کی بیٹی عائشہ (جو ان کی دیکھ ریکھ پر مامور تھیں) نے لوگوں کو ان سے ملنے سے منع کردیا۔ یہ اللہ کا فضل رہا کہ ان کو عام امراض، مثلاً بلڈ پریشر، شوگر، ہارٹ وغیرہ کی کوئی تکلیف نہ ہوئی اور آخری دنوں تک وہ اپنی نجی ضروریات بغیر کسی سہارے کے خود پوری کرتی رہیں۔

وہ بڑی نرم دل تھیں۔ جب کوئی پریشان، مصیبت زدہ خاتون یا یتیم بچی اپنی مشکلات بیان کرتی تو وہ رو پڑتیں۔ یتیم بچوں بچیوں کے ساتھ وہ بے انتہا شفقت سے پیش آتیں۔

انتقال

مصر کی اس عظیم داعی خاتون رہ نما کا انتقال ۳/اگست ۲۰۰۵ء کو قاہرہ میں اٹھاسی (۸۸) سال کی عمر میں ہوا اور ۴/اگست کو مدینۃ النصر کی مسجد رابعہ میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اس میں ہزاروں افراد شریک تھے۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

زینب غزالی زمین پر انسانوں کے درمیان قرآن کے احکام کو جاری وساری اور نافذ کرنے کے لیے بے قرار رہتی تھیں۔ یہی فکر ان کو ہر آن بے چین رکھتی تھی۔ وہ کہتی تھیں کہ قرآن کی ہدایت لافانی، حقیقی، قطعی اور یقینی ہے۔ اس لیے وہی معتبر و مستند ہے۔ ان کا نعرہ تھا آؤ قرآن کی طرف، پلٹو قرآن کی طرف، دیکھو آیات کی طرف، زندگی میں تبدیلی اور اس کی تعمیر قرآن ہی سے ممکن ہے، اپنے آپ کو قرآن کے حوالہ کردو، اور عرش سے لٹکتی ہوئی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو، کامیابی ضرور ملے گی۔ اپنے دل ودماغ میں قرآن کو بسا لو، اتار لو پھر دیکھو اس کا نور تم کو اپنے حصار میں کس طرح لیتا ہے۔

☆☆☆